شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیر سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد
رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ستمبر 2009ء / رمضان، شوال ۱۴۳۰ھ　رجسٹرڈ نمبر R-123　جلد نمبر 1　شمارہ نمبر 6, 5

مجلس ادارت

صدر مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیر اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی	(بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر	(چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی	(لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن	(نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی	(چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم محمد اسلوب قریشی	(لاہور)
محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
محترم سید اصغر علی شاہ بخاری	(پیر جو گوٹھ)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
محترم سید سیف الاسلام خالد	(راولپنڈی)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا قاری تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی	(شکارپور)

ترتیب عنوانات

(سلسلہ نمبر ۹)

1	درسِ قرآن	افادات: خواجہ عبدالحیٰ فاروقیؒ	2
2	درسِ حدیث	حضرت مفتی عبدالخالق آزاد	2
3	اداریہ	مدیر اعلیٰ	3
4	شدت پسندی اور علمائے دیوبند کا موقف	محمد عباس شاد	3
5	خطبہ جمعۃ المبارک	مفتی عبدالخالق آزاد	5
6	رفتارِ کار	عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ	7
7	احکام و مسائل رمضان المبارک	مفتی عبدالخالق آزاد	8

ماہنامہ ''رحیمیہ'' کی ممبر شپ

قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے　سالانہ ممبر شپ فیس: مبلغ 150 روپے

سالانہ ممبر شپ کے لئے ترسیل زر کا پتہ: ''ناظم دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور''۔ تمام ممبران کو رسالہ براہ راست ڈاک کے ذریعہ سے ارسال کیا جاتا ہے، اس لئے اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ماہنامہ ''رحیمیہ'' ہر مہینہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں مہینہ کی 10 تاریخ کے بعد رابطہ کریں۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

برائے رابطہ
رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
فون: 0092-42-6307714/6369089
Web:www.rahimia.org

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

www.rahimia.org

درسِ قرآن

قرآن حکیم

کے نزول اور اس کی تعلیم و اشاعت کا مہینہ

تشریح: خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان ج فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ. (۲:۱۷۵)

ترجمہ: ''رمضان کا مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے، اور ہدایت اور فرقان کی کھلی کھلی باتیں ہیں، پھر تم میں سے جو شخص اس مہینے میں زندہ ہو وہ ضرور روزے رکھے''۔

جس ماہ مقدس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں مذہبی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ، وہ یہی رمضان کا مہینہ ہے، اسی میں قرآن کا نزول ہوا، جس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں: (الف) نوعِ انسانی کے لئے سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے۔ (ب) ہدایت و رہنمائی کے وہ اصول و ضوابط جو نظر و فکر کے محتاج ہیں، قرآن حکیم نے ان کو اس طرح کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ بدیہی معلوم ہونے لگتے ہیں، اور ہر شخص آسانی سے ان کو سمجھ لیتا ہے۔ (ج) جو لوگ اس کتاب عزیز کے درس و مطالعہ میں مصروف ہوں، ان کی قوت فیصلہ زیادہ اور زبردست ہو جاتی ہے، حق و باطل میں تمیز کرنے لگ جاتے ہیں، علمائے سوء اور جاہل صوفیوں کے دھوکے میں نہیں پھنستے۔ یہ ماہ مقدس قرآن حکیم کے نزول کی سالگرہ کا مہینہ ہے، دوسری جگہ آیا ہے: **انا انزلناہ فی لیلۃ القدر** (۹۷:۱) سورۂ دخان میں اس کی نسبت فرمایا: **انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین، فیھا یفرق کل امر حکیم** (۴۴: ۲و۳و۴) ان دونوں آیتوں سے مراد یہی ہے کہ رمضان میں قرآن کا نزول ہوا، اس لئے ہر وہ مسلمان جو اس مہینہ میں زندہ ہو، ضرور روزہ رکھے کہ جشن و مسرت کا اظہار ہو، البتہ مرض اور سفر کی حالت میں رخصت دی جا سکتی ہے کہ بعد میں اس کمی کو پورا کر لیا جائے، ایک طالب علم کا فرض تو یہی ہے کہ باقاعدہ کالج میں حاضر ہو، لیکن اگر کسی ضرورت سے نہ آ سکے تو اسے گھر پر سبق کو تیار کرنا ہوگا تاکہ باقی طالب علموں کے ساتھ درس میں شریک ہو سکے، اللہ تعالیٰ تمہیں کسی تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ بلکہ وہ تمہاری سہولت و آسانی کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے سفر اور مرض میں رخصت دے دی، اگر غور سے کام لو تو یہ حقیقت تم پر واضح ہو جائے گی کہ تمہاری انفرادی و اجتماعی زندگی کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا قانون نہیں ہو سکتا، تم اس پر عمل کر کے دائمی زندگی حاصل کر لو گے، اس تکلیف کے برداشت کرنے سے تمہارے لئے صدہا سہولتوں اور آسانیوں کے دروازے کھل جائیں گے، پس اس کو تکلیف کون کہے گا جس کا نتیجہ **فضیلت علی العالمین** اور ''خلافت ارضی'' ہو، یہ ایک ایسی نعمت ہے جو صرف تمہارے لئے مخصوص کر دی گئی ہے، اور اس پر تم جس قدر بھی اس کی تمجید و تقدیس بیان کرو، کم ہے۔ اس قانون پر عمل کرنے کا ایک نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم میں عملی قوت پیدا ہو جائے گی، تمہاری مخفی قوتیں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوں گی، جوش و ولولۂ عمل پیدا ہوگا، قرآن کو اپنے ہاتھ میں لے کر دنیا بھر میں اس کی نشر و اشاعت کرو گے، اور کوئی بڑی سے بڑی قوت تمہاری راہ میں مزاحم نہ ہوگی۔ ممکن ہے دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے قرآن کی تلاوت نہ ہو سکے، اس لئے شارع علیہ السلام نے اس کے لئے رات معین کر دی کہ کھانے پینے سے طبیعت سیر ہو جائے گی، دن بھر جس قدر قوتیں مضمحل ہو چکی ہیں عود کر آئیں گی، اور رات کو اطمینان کے ساتھ پڑھ سکیں گے، آپ نے فرمایا: **من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ،** (جس نے ایمان اور احتساب کے تقاضے سے رمضان کی راتوں میں (تراویح میں) قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ رمضان کے ایام میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اور وفات کے قریب آپ نے دو مرتبہ دور کیا، گویا اگر ایک شخص رمضان میں ایک مرتبہ قرآن سن لے تو اس نے نصاب پورا کر لیا۔

درسِ حدیث

تشریح: مفتی عبدالخالق آزاد

ماہِ رمضان المبارک

میں تربیت اور تزکیہ کے مواقع

رمضان المبارک کے فضائل اور اس کے اثرات و نتائج کے بارہ میں ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین و مردۃ الجن و غلقت ابواب النیران، فلم یفتح منھا باب، وفتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب، وینادی مناد: یاباغی الخیر اقبل، و یا باغی الشر اقصر، وللہ عتقاء من النار وذالک کل لیلۃ.** (ترمذی شریف ۱/۱۴۷)

''جب ماہ رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن مقید کر دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا، اور ایک آواز لگانے والے آواز لگاتا ہے: اے خیر کے طالب! آگے بڑھ اور اے شر کے طالب! پیچھے ہٹ، اور اللہ کی جانب سے بہت سارے لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں، اور یہ سلسلہ ہر شب میں رہتا ہے''۔

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے ایام اور راتوں کے اثرات و نتائج بیان فرمائے ہیں، کہ اس ماہ مبارک میں انسانوں کے لئے خیر و برکت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور شر و فتنہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، یعنی ایسے مواقع پیدا ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے دین کے حوالہ سے تربیت حاصل کرنے، اُس پر غور و فکر اور تدبر کرنے اور شیطانی سازشوں کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کا موقع ملتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور بہت ہی بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور اپنی کمزوریاں اور کوتاہیاں دور نہیں کرتے۔ رمضان کے بابرکت مہینے کی آمد پر دوزخ کے دروازے بند کئے جانے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جانے اور شیطانوں کو جکڑ دیئے جانے کا ذکر رسول اکرم ﷺ سے مروی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس حوالہ سے بڑی اہم بات ارشاد فرماتے ہیں: ''روزہ (روحانی و جسمانی امراض کے لئے) ایک بڑا تریاق ہے، جس سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے سامنے بندگی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ مصائب و مشکلات میں انتہائی نفع بخش ہے، قبر اور جہنم کی آزمائش میں بڑا کام دیتا ہے، اور جنت کے ''باب الریان'' تک پہنچانے کا سبب ہے۔ روزہ طبیعت کے حجاب کو توڑتا ہے، اس طرح قوت عملیہ کو درست کرتا ہے، اور بے شعوری اور کم فہمی کے حجاب کو توڑتا ہے، اس طرح قوت علمیہ میں خوب نکھار پیدا ہوتا ہے، اور جب شعائر اللہ کی اہمیت کا لحاظ رکھ کر روزہ رکھا جائے تو غلط نظاموں کے ماحول اور اس کے برے اثرات سے بچانے میں مدد دیتا ہے۔ اور جب اُمت بحیثیت مجموعی ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے نماز، ذکر، تلاوت، روزہ اور صدقہ وغیرہ میں مشغول ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ روزہ مسلمان کے لئے ڈھال بن گیا۔ اور جب اُمت مسلمہ کا پورا کا پورا نظام ان مقاصد اور امور کے مطابق منظم ہو جائے تو یہ بات پوری ہوگی کہ شیاطین رمضان میں باندھ دیئے گئے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے اور جنت کے دروازے کھول دئے گئے''۔ (البدور البازغہ، ص ۲۸۸، ۲۸۹)۔

شاہ صاحبؒ نے اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ انسانیت کی ترقی کے راستہ میں تین چیزیں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں: (۱) طبیعت میں لامحدود خواہشات کا پیدا ہونا، (۲) قلب میں غلط عزائم اور مرعوبیت پر مبنی ارادے پیدا ہوں، (۳) عقل دھوکہ کھا جائے اور انسانیت دشمن چیزوں کو قبول کر لے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں ایسے مواقع ملتے ہیں، جس سے طبیعت کی لامحدود خواہشات ختم ہوتی ہیں، قلب میں سے مرعوبیت، پستی اور غلط عزائم کا خاتمہ ہوتا ہے، اور عقل میں شعور اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔ اور حقائق کو درست طور پر سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں دوزخ سے نجات اور جنت کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

www.rahimia.org

سماجی تنظیم وتہذیب کے تقاضے اور ملکی صورتحال

سماجی تنظیم وتہذیب کے بغیر معاشرے ترقی کی منازل طے نہیں کرتے۔اور نہ ہی قومی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی شناخت قائم ہوتی ہے۔معاشروں کی ترقی اور عروج میں اس بات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے کہ وہ منظم بنیادوں پر تہذیبی ترقی کا سفر طے کریں،اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ معاشروں میں موجود افراد، جماعتیں، مختلف نوعیتوں کی شناخت رکھنے والی قومیتیں، پیشہ ورانہ تنظیمیں نظم وضبط اور تنظیمی رویوں کی حامل ہوں،وہ سب سے پہلے اپنے داخلی نظام میں نظم وضبط، ڈسپلن، تہذیب وشائستگی، انسانی دائرہ میں رہ کر کام کرنے کی انتھک محنت اور جدوجہد کریں، اور پھر باہم مل کر قومی سطح پر سماجی اداروں کی تنظیم، تشکیل اور اس کے عملی نظام کو مسلسل ترقی دینے اور کامیابی کی جانب گامزن کرنے کے لئے انتہا درجہ محنت، جدوجہد اور کوشش کریں۔غیر منظم افراد، بغیر نظریہ کی جماعتیں، اور گروہیت کے شکار جتھے، انفرادی مفادات کی آلائش میں مبتلا گروپس، بے سمت بڑھتے جاہلوں کے غول، کبھی بھی سماجی سطح پر ایک لڑی میں پروئے نہیں جاسکتے، اور نہ ہی ان کی بنیاد پر معاشروں کی تشکیل ہوتی ہے۔کسی قوم میں اس طرح کے حالات پیدا ہوجائیں تو یہ اس کی تباہی وبربادی اور ذلت ورسوائی کا باعث ہوا کرتے ہیں، یہاں تک کہ تنزل اور فساد کا عنوان بن جاتے ہیں۔آج ہمیں سوچنا ہے کہ کیا ہمارا معاشرہ سماجی تنظیم وتہذیب کے بنیادی تقاضوں کو پورا کر رہا ہے یا اس کے مخالف سمت ترقی معکوس کا سفر جاری ہے، کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ سماجی زندگی کی درست تنظیم وتہذیب کے حوالہ سے ہمارے ہاں عمومی طور پر سماجی شعور، قومی سوچ، کوئی بلند نظریہ فکر وعمل نہیں پایا جاتا۔اگر اس نقطۂ نگاہ سے ہم اپنے نظام تعلیم کا جائزہ لیں تو اس کے ذریعہ سے پیشہ وارانہ تعلیم مثلاً انجینئر، ڈاکٹر اور دیگر شعبوں کے ماہرین تو پیدا کئے جا رہے ہیں، لیکن ان میں سماجیات کے حوالہ سے نظریہ، شعور اور فکر وعمل کی تازگی پیدا کرنے کے لئے کوئی طریقہ کار وضع نہیں کیا گیا، نظام تعلیم کے ادھورا ہونے کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا کہ ہمارا گریجویٹ جب ڈگری لے کر تعلیم سے فارغ ہوتا ہے تو اسے سماجی، سیاسی، اور اقتصادی تقاضوں کی قطعاً کوئی خبر نہیں ہوتی اور اس حوالہ سے اس میں کسی قسم کا کوئی شعور پیدا نہیں کیا گیا ہوتا ہے۔اور جب وہ تعلیم حاصل کر کے عملی میدان میں قدم رکھتا ہے تو معاشرے کے تمام شعبوں میں موجود افراد کی غیر منظم ہلڑبازی، سماجی تنظیمی رویوں سے غیر ہم آہنگ جماعتوں اور سرمایہ پرست، مفاد پرست گروہوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔اب جو زیادہ چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے، وہ آہستہ آہستہ ان گروہوں اور جماعتوں کا حصہ بن کر اسی طرح کا ذاتی مفاد پرستی پر مبنی کردار ادا کرتا ہے، جو کرپشن، لوٹ مار، ظلم واستحصال کی صورت میں یہاں کی جماعتیں اور مفاد پرست گروہ کر رہے ہوتے ہیں، اور جو طبعاً شریف، کمزور اور بزدل ہوتا ہے، وہ بنیادی انسانی عزوشرف سے بھی محروم ہو کر ذلت اور رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ سیاست، مذہب اور تجارت کے نام سے معاشرے میں کام کرنے والی جو جماعتیں اور انجمنیں ہیں، ان کے داخلی نظام میں بھی تنظیم وتہذیب نہیں ہوتی، وہ بھی اپنے ورکر کو صرف دریاں بچھوانے، جلسے جلوس کا انتظام کروانے اور زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگوانے میں مصروف رکھتی ہیں۔ان میں سماجی شعور اور سیاسی تقاضوں کا فہم پیدا نہیں کرتیں، خاص طور پر دین اسلام کے انسان دوست رویوں پر مبنی سماجی تنظیم وتہذیب کے شعور سے اپنے نوجوانوں کو بے بہرہ رکھتی ہیں۔ایسے میں ہمارا نوجوان مایوسی، بزدلی اور بے شعوری کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔اور اگر کسی قوم کی نوجوان طاقت اس قسم کے حالات سے دوچار ہوجائے، تو قوم کی مجموعی ترقی اور باوقار قوم کی حیثیت سے اس کی شناخت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔آج بڑی ضرورت ہے کہ ہم سماجی تنظیم کی اہمیت کو سمجھیں، اس کے بنیادی تقاضوں اور لوازمات کا شعور حاصل کریں، بغیر کسی نظریہ کے زندگی بسر کرنے اور بے شعوری کی حالت سے نکلنے کی کوشش کریں۔معاشرہ کی منظم تشکیل کے لئے ایک جاندار اور تازگی بخش نظریہ کی ضرورت ہے، عملی حقائق کے ادراک پر مبنی ایک منظم حکمت عملی دور کا تقاضہ ہے۔اور منظم ہو کر سماجی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی جرأت وہمت، صلاحیت واستعداد کی ضرورت ہے، آج ان تمام امور کی صحیح تفہیم اور ان پر قائم منظم اجتماعیت کو فروغ دینا وقت کا تقاضہ، اور ہماری قومی ذمہ داری ہے۔اس چیلنج کو قبول کرنا، اور آگے بڑھ کر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہی کامیابی کی کلید ہے۔

مدیر اعلیٰ

شدت پسندی اور علمائے دیوبند کا مؤقف

ضبط وتحریر: محمد عباس شاد

برعظیم پاک وہند کی تحریکات آزادی میں دارالعلوم دیوبند سے وابستگان کا نام سرفہرست ہے، دیوبند سے نسبت رکھنے والی شخصیات میں دارالعلوم دیوبند کے **60** سال تک مہتمم رہنے والے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ایک خاص جامعیت کی شان رکھتے ہیں، آپ ایک طرف بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ سے نسبی تعلق رکھتے ہیں، کہ وہ آپ کے جد امجد ہیں، اور ان کے علوم ومعارف کے شارح ہیں، اسی کے ساتھ آپ ولی اللٰہی اور قاسمی علوم کے شارح امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے صاحبزادگان میں سے مولانا محمد سالم قاسمی ہیں، جو اب دارالعلوم دیوبند (وقف) کے مہتمم اور اپنے والد گرامی کے جانشین ہیں، اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی جو دارالعلوم دیوبند (وقف) میں صدر المدرسین کے طور پر فرائض انجام دے رہے ہیں، نیز دارالعلوم دیوبند کے ایک اُستاذ حدیث مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ہیں، اور دارالعلوم دیوبند کے ایک نائب مہتمم مولانا عبدالخالق مدراسی ہیں، گزشتہ دنوں بی بی سی کے معروف کالم نگار وسعت اللہ خاں نے دارالعلوم دیوبند کا دورہ کیا اور اس دوران اُن کی مندرجہ بالا شخصیات کے ساتھ گفتگو ہوئی، انہوں نے ان حضرات کے سامنے شدت پسندی اور دہشت گردی کے حوالہ سے چند سوالات کئے، دارالعلوم دیوبند سے وابستہ مذکورہ بالا شخصیات نے ان کے جوابات ریکارڈ کرائے، ان حضرات کی گفتگو بدھ **17** جون **2009** کو **BBC** لندن سے براہ راست (**live**) نشر ہوچکی ہے۔ملکی اخبارات نے دارالعلوم دیوبند کے ان حضرات کے بیانات کو ادھورا شائع کیا ہے، ہم نے یہاں نمائندہ **BBC** کے ساتھ ان کی پوری آڈیو گفتگو کو لفظ بلفظ صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے، پاکستان کے موجودہ حالات میں ان حضرات کی گفتگو میں فکر وشعور کا بہت سامان موجود ہے۔(مدیر)

نمائندہ بی بی سی وسعت اللہ خان: جن مذہبی اداروں نے کروڑہا مسلمانوں کو اسلام کی تشریح ایک خاص زاویہ نظر سے کرنا سکھائی، ان میں دارالعلوم دیوبند کا شمار صفِ اول میں ہوتا ہے۔یہاں سے فارغ التحصیل علماء پچھلے ڈیڑھ سو برس سے اپنا علم ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتے چلے آرہے ہیں لیکن ایک ہی طرح کا علم بعض گروہوں نے شدت پسندی کے جذبے کے ساتھ استعمال کیا اور بعض نے اعتدال اور علمیت کو اپنا شعار بنایا۔ پاکستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں مذہبی اصولوں کی شدت پسندانہ تشریح سے پیدا ہونے والے اس فرق کو میں نے دارالعلوم دیوبند کے جید علماء کے سامنے رکھنے کی کوشش کی تاکہ وہ قدر مشترک ڈھونڈی جاسکے جو دارالعلوم دیوبند اور خود کو دیوبند سے جوڑنے والے دیگر گروہوں کے درمیان موجود ہے، اگر واقعی موجود ہے؟! مولانا محمد اسلم قاسمی: میرا نام محمد اسلم قاسمی ہے۔والد مکرم ایک معروف شخصیت حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب ہیں۔میں یہاں دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس کی حیثیت سے حدیث پڑھا رہا ہوں۔وسعت اللہ خان: جہاد کیا ہے، کن کے خلاف اس کا اعلان ہوسکتا ہے، کن حالات میں ہوسکتا ہے اور کون کرنے کا مجاز ہے؟ مولانا محمد اسلم قاسمی: دیکھئے جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو وہ **DEFENCE** کے لیے ہے **OFFEN** کے لیے نہیں ہے۔گویا جہاد کے سلسلے میں جو شرائط ہیں۔اس میں یہ ہے کہ ایک امام ہونا چاہیے اور امام ہے نہیں۔اب اگر کوئی شخص انفرادی طور پر تشدد کرتا ہے تو اس کو ظلم کے سوا کچھ نہیں کہا جائے گا۔تو اس واسطے جہاد کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اور وہ بھی ایسی جماعت کہ جو بلا تفریق بچہ، بوڑھا، مرد، عورت، ضعیف، کمزور کسی کا بھی کوئی خیال نہ ہو اور بے گناہوں کو قتل کیا جائے۔وسعت اللہ خان: جمہوری نظام، سیاسی جماعتیں، پارلیمانی نظام، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی بنیاد پہ جو موجودہ نظام انصاف ہے، کیا وہ غیر شرعی ہے؟ مولانا محمد اسلم قاسمی: یہ کہنا کہ "یہ غیر شرعی چیزیں ہیں"، یہ کہنا کہ "عدالتیں لغو ہیں"، یہ ایک انتہائی جہالت کی بات اور نادانی کی حرکت ہے۔اسی طریقے پر جمہوریت کے بارے میں یہی بات کہنا کہ وہ غیر شرعی ہے۔جمہوریت اسلام کے اندر بنیادی طور پر موجود ہے۔اگر اس کو یوں بھی مان لیا جائے کہ یہ بالکل وہ

www.rahimia.org

جمہوریت نہیں ہے۔ جو جمہوریت حضرت عمر فاروقؓ کے بعد پیدا ہوئی تھی تو بھی یہی کہا جائے گا کہ جمہوریت فی نفسہ اسلام کے اندر موجود ہے۔ اس واسطے کہ عوام کے اوپر جس شخص کو حاکم بنایا گیا ہے۔ وہ عوام کا منتخب کردہ ہوگا تو اس پہ اعتماد بھی ہوگا۔ اور اس کے ساتھ وہاں پر نظام امن باقی رہ سکے گا اور اگر اس حاکم کے اوپر ہی کسی شخص کو اعتماد نہیں ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت غلط کار انسان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہاں نظام قائم کرنا اور امن و امان قائم کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ جمہوریت کی شکلیں بدلتی رہی ہیں، آج کی شکل یہ ہے کہ انفرادی طور پر ایک ایک شخص سے آپ پرچی ڈلوا دیتے ہیں اور اس کے ذریعے سے اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں ایسا نہیں تھا، اس واسطے کہ وہ دیانت کا دور تھا۔ جب دیانت کا دور تھا تو اس کی 'زبان' جو ہے وہ 'تحریر' سے بھی زیادہ پختہ چیز ہوا کرتی تھی۔ عوام سے لے کر علماء اور مشائخ تک دیکھ لیجئے کہ ان کے پاس جیبوں میں موبائل رکھے ہوئے ہیں، کاروں میں وہ سفر کر رہے ہیں، ہوائی جہازوں سے وہ سفر کر رہے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ پھر ان چیزوں کو جو آپ کی سہولت کے لیے ہیں ان کو تو کہہ دیا جائے یہ جائز ہیں اور ان کے علاوہ جو دوسری چیزیں آ رہی ہیں ان کے اندر مین میخ نکالنا، یہ بنیادی طور پر غلط ہے یہ تو صرف ایک نفرت کا مظاہرہ ہے۔ وسعت اللہ خان: میں یہ دیوبند کی گلیوں سے گزرتے ہوئے دیکھ رہا تھا یہ ساری چیزیں (یہاں) ہیں، یہاں حجام کی دکان بھی موجود ہے، وہاں کیسٹوں کی دکان بھی موجود ہے۔ تو یہاں کوئی بم وم سے اڑانے کا رواج نہیں ہے؟ مولانا محمد اسلم قاسمی: اس حد تک اگر کہا جائے کہ بھئی داڑھی رکھے تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ کہ اس دکان کو ہی بم سے اڑا دیا جائے۔ اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ ہم خود ہی جلاد بن کر کھڑے ہو جائیں انسان کے واسطے تو کوئی بھی معاشرہ نہیں پنپ سکتا۔ آج ایک طبقہ کھڑا ہوا ہے جو نہ شریعت سے واقف ہے اور نہ شریعت کے رموزان تک پہنچے ہیں اور وہ کھڑے ہو کر جماعت دیوبند کے متعلق ایسی بات کہنے لگے۔ کیونکہ اس طرح کی گفتگو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جماعت دیوبند کے خلاف بولا جا رہا ہے کہ وہ حجام کی دکانیں بند کر رہے ہیں، یہاں کیوں نہیں بند کروائی گئی ہیں!؟۔ حکمت کے ساتھ کسی انسان کو آپ راہ راست پر لائیں وہ زیادہ ایقاع فی النفس یعنی اس کے دل کے اندر بیٹھنے والی بات ہوتی ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ گالم گلوچ کر کے یا تشدد کر کے یا مار پیٹ کر کے کسی انسان کو راستے پر لگانے کی کوشش کریں۔ اس طرح سے نہیں ہوا کرتا۔ حضور اکرم ﷺ کی جو سب سے بڑی شان بتائی گئی ہے وہ شان "رحمت اللعالمین" ہی ہے۔ اس کے سائے میں رہنا چاہیے۔ وسعت اللہ خان: فتویٰ جاری کرنے کا مجاز کون ہے؟ کوئی پیش امام بھی ہو سکتا ہے، کوئی مذہبی، سیاسی لیڈر بھی ہو سکتا ہے؟ کیا اس کے لیے مخصوص کوالیفکیشن اور مخصوص شخصیت کا ہونا ضروری ہے؟ مولانا محمد اسلم قاسمی: فنِ فتویٰ نویسی جو (بڑی اہمیت کا حامل فن) ہے اور فنِ فتویٰ (کو سمجھنے) اور جواز اور عدم جواز کو جاننے والا جب تک نہیں ہوگا اس کا فتویٰ قابل اعتماد نہیں ہوگا۔ میں نے دارالعلوم دیوبند سے چونکہ پڑھا ہوا ہے مجھ سے آ کر کے کوئی مسئلہ پوچھنے لگے۔ تو میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ "بھئی میں مفتی نہیں ہوں"۔ اس لیے فتویٰ آپ کو پوچھنا چاہیے کسی مفتی سے۔ اس لیے کہ وہ مصلحتیں بھی دیکھتے ہیں ساری کی ساری، اور اس کے تمام پہلوؤں کے اوپر غور کرنے کے بعد پھر فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ اس لیے ہر کس و ناکس کو نہ حق ہے فتویٰ دینے کا۔ نہ اس کے پاس وہ قابلیت اور استعداد ہے کہ وہ فتویٰ دے سکے۔ وسعت اللہ خان: لڑکیوں کے لیے اتنی ہی تعلیم ضروری ہے جس سے کہ وہ قرآن پڑھ سکیں۔ اور یہ تعلیم بھی گھر کے اندر ہونی چاہیے۔ لڑکیاں اگر سکول میں پڑھنے جاتی ہیں تو (کیا) یہ غیر شرعی ہے؟۔ اور ایسے سکول جو ہیں وہ بم سے اڑا دیے جائیں؟ مولانا محمد اسلم قاسمی: صحابیات کے اندر وہ (خواتین) بھی ہیں کہ جو تیغ زنی کرنے والی تھیں اور تیر اندازی کرنے والی تھیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ کو دیکھئے کہ ان کے پاس مرد آیا کرتے تھے اور پردے میں بیٹھ کر ان سے مختلف قسم کے مسائل معلوم کیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ پوری کی پوری شریعت پر ان کی پوری نظر تھی۔ فاطمہ بنت مکی ایک خاتون گزری ہیں، بڑی عالمہ ہیں۔ وہ امام شافعیؒ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ لڑکیوں کے لیے تعلیم غیر ضروری ہے کہ ان کو صرف گھر کے اندر ہی بٹھا دینا چاہیے، بند کر کے، یہ درست نہیں ہے۔ ہاں سکول میں اگر مخلوط تعلیم ہے تو ظاہر بات ہے کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ عورت ڈاکٹر بھی بن سکتی ہے۔ صلاح الدین ایوبیؒ کی ایک بہن اور بھانجی یہ دونوں کی دونوں بہترین طبیبہ تھیں اور دور دراز سے لوگ آیا کرتے تھے علاج کرانے کے واسطے۔ رضیہ سلطانہ کے زمانے میں دلّی اور ملک کے دوسرے علاقوں کے اندر ایک ہزار مدرسے لڑکیوں کے قائم تھے۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے دین سے بے خبر تھے کہ آج ہمیں چودہ سو برس کے بعد جا کر پتہ چلا ہے کہ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے۔ ہم سے پہلوں کو کسی بات کا پتہ ہی نہیں تھا۔ اور اب تو یہاں دارالعلوم دیوبند میں بھی لڑکیوں کے مدرسے قائم ہو گئے ہیں۔ حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتویؒ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جو بانی دارالعلوم دیوبند ہیں۔ اور میرے پڑ دادا ہیں۔ وہ جب حج سے واپس آئے تو انہوں نے راہ میں اپنے رفقاء سے یہ بات کہی "کہ اب آ کر مجھے احساس ہوا، اگر زندگی نے وفا کی تو انگریزی زبان سیکھوں گا، اور اس کے بعد میں یورپ جاؤں گا اور جا کر وہاں اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لیے کوشش کروں گا۔ انہیں بتاؤں گا کہ علم کس کو کہتے ہیں"۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر ہر نئی چیز جو ہے وہ اس طرح قابل نفرت ہے۔ تو پھر حضرت نانوتویؒ جو کہ بانی و مبانی ہیں ان تمام کے تمام مدارس کے، وہ کس طرح کہہ رہے ہیں کہ انگریزی تعلیم حاصل کی جائے۔ وسعت اللہ خان: میں دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث کے جید عالم مولانا حبیب الرحمٰن کے پاس پہنچا یہ جاننے کے لیے کہ جدید سائنسی علوم کی تعلیم کے لیے اسلام میں کس قدر گنجائش موجود ہے؟ مولانا حبیب الرحمن: یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا ہو جو اس میں ماہر ہو۔ وسعت اللہ خان: سائنس میں اور ٹیکنالوجی میں؟ مولانا حبیب الرحمن: جی سب چیزوں میں۔ وسعت اللہ خان: لیکن یہ ایک طبقہ جدید علوم تو درکنار عام علوم جو ہیں ان کے بارے میں بھی ان کو خاصی ریزرویشن [تحفظات] ہیں؟ مولانا حبیب الرحمن: بالکل ناجائز، یہ تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا۔ قرآن اور حدیث میں تو ہر طرح کے علوم کی ہمت افزائی کی گئی ہے بشرطیکہ خدا سے ٹکراؤ والا علم نہ ہو۔ اقتصادی اعتبار سے، معاشی اعتبار سے آپ ترقی کریں، سائنسی اعتبار سے۔ سب اس میں داخل ہو گیا، اس میں ترقی کریں۔ اس کی اجازت کی کیا بات ہے بلکہ اس کی تو ہمت افزائی کی جائے گی۔ وسعت اللہ خان: مولانا عبدالخالق دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ مزارات کو منہدم کرنا، بم یا بارود سے اڑا دینا کس حد تک اسلامی ہے؟ مولانا عبدالخالق: مزار کو بم سے اڑانا تو غلط ہے۔ دارالعلوم دیوبند کبھی بھی اس کی حمایت نہیں کر سکتا ہے۔ وہاں (پاکستان) سے زیادہ یہاں ہندوستان کے اندر دارالعلوم (دیوبند) کے ماننے والے ہیں۔ وسعت اللہ خان: افغانستان اور پاکستان میں جو لوگ اس وقت طالبان کے نام سے جانے جاتے ہیں وہ سب کے سب اپنا ناطہ دارالعلوم دیوبند کی تحریک سے جوڑتے ہیں۔ کیا وہ واقعی مسلکِ دیوبند کے نمائندے ہیں یا صرف ناطہ جوڑے بیٹھے ہیں؟ میں نے یہ مسئلہ رکھا وقف دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور شیخ الاسلام مولانا محمد احمد صاحبؒ کے پوتے [اور قاری محمد طیب قاسمی کے صاحب زادے] مولانا محمد سالم قاسمی کے روبرو۔ مولانا محمد سالم قاسمی: طالبان والوں نے اخبارات شائع کیے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا فوٹو شائع کیا، شیخ الہند مولانا محمود حسن کی پوری تحریک ریشمی رومال کے نام سے اس کی پوری تفصیلات اخبارات میں صفحہ اول پر شائع کیں۔ وسعت اللہ خان: طالبان نے؟ مولانا محمد سالم قاسمی: جی طالبان نے۔ اور اس میں اپنی پوری وابستگی دارالعلوم دیوبند کے ساتھ ظاہر کی۔ لیکن ان میں علم کی غیر معمولی کمی تھی۔ اور آج بھی کمی ہے۔ وہ اسلام کے صحیح ترجمان نہیں ہیں۔ جبکہ میرا ابھی وہاں جانا ہوا۔ اور وہاں کے لوگوں نے ان کی بڑی تعریفیں کیں جب طالبان نے طالبان حکومت قائم کی۔ اس میں پچاس فیصد سے زائد جہالت تھی، اسلام نہیں تھا۔ اور اسلام کی ترجمانی کے وقت دیوبندی کا لفظ استعمال کرتے تھے لیکن حقیقت میں وہ مسلک دیوبند سے بھی صحیح طرح سے واقف نہیں تھے۔ اس کے نتیجے میں ظاہر ہے کہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ جو طرز حکومت انہوں نے قائم کیا وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں قائم کیا جا سکتا۔ وسعت اللہ خان: جو آپ کا مؤقف ہے، جب وہاں جمعیت علمائے اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن یا مولانا سمیع الحق جیسے اکابرین سے بات کی جائے تو وہ اس کو گول مول کر دیتے ہیں۔ مولانا محمد سالم قاسمی: میرے خیال میں آپ کی معلومات زیادہ وسیع ہونی چاہئیں۔ یہ صورتحال نہیں ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن سو فیصد 100% ان کے مؤید تھے۔ اسی طریقے سے دوسرے لوگ بھی۔

(بقیہ صفحہ نمبر 7 پر)

خطبہ جمعۃ المبارک

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب —— ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

(مؤرخہ: یکم مئی 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

دین اسلام

جامعیت پرمبنی نظامِ حیات ہے

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امّا بعد: قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا o فتلک مساکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا، وکنا نحن الوارثین. صدق اللہ العظیم.

معزز دوستو! دین اسلام کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے حوالہ سے رہنمائی کرتی ہیں، اور کتاب مقدس قرآن حکیم انسانی زندگی کو دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانے کے اصول واضح کرتا ہے، اس لئے ہر انسان، بطورِ خاص مسلمان پر لازم ہے کہ وہ انسانی معاشرے کی ترقی میں قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنا کردار ادا کرے۔ معاشرے کی ترقی کیسے ممکن ہے، قرآن حکیم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔ انسان بنیادی طور پر دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک تو انسان کے اندر روح ہے، اور دوسرا اس کا مادی جسم ہے، ان دونوں کے ملنے سے حضرت انسان وجود میں آیا ہے۔ روح بغیر جسم اور جسم بغیر روح کے اس دنیا میں نہیں رہ سکتے، بلکہ جسم اور روح دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں، دنیا میں انسان نہ ہی صرف روح کا نام ہے اور نہ ہی صرف جسم کا نام ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان جب اعتدال کا مزاج اور کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو انسان وجود میں آتا ہے، انسانی مزاج کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے روحانی تقاضے بھی پورے کئے جائیں اور اسی طرح اس کے جسمانی تقاضے بھی پورے کئے جائیں۔ اگر محض روحانی غذا دی جائے اور جسم کے تقاضے پورے نہ کئے جائیں، تو بھی دنیا میں انسانیت ترقی نہیں کر سکتی، اگر صرف جسم کی غذا دی جائے اور روحانی تقاضے پورے نہ کئے جائیں، تو بھی انسانیت ترقی نہیں کر سکتی۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ انسانیت کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو حیوانیت کا ہے اور دوسرا پہلو مَـلَـکِیَتْ اور روحانیت کا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے انسانی معاشرے جو صرف ایک پہلو پر بات کرتے ہیں، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ انسان کے جسمانی تقاضوں کے لئے کوئی نظام قائم نہ کریں وہ لوگ حیوانیت کی بدترین حالت میں ہیں، اور جو انسانی جسم کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، لیکن روحانی تقاضوں کو پورا کرنے سے اعراض کرتے ہیں، وہ بھی بدترین حالت میں ہیں، انسان کے لئے دونوں قسم کے تقاضوں کو اعتدال کے ساتھ پورا کرنا، یہ مزاجِ انسانی ہے، اور انبیاء علیہم السلام اسی مزاجِ انسانی کی تکمیل کے لئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں، اور دونوں تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نظام اور سسٹم تشکیل دیتے ہیں، اور اس کا طریقہ کار وضع کرتے ہیں۔

اگر حیوانیت کو کھلی چھٹی دے دی جائے اور وہ اپنے حیوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے دنیا کے تمام قوانین کو پامال کر دے اور روح کی غذاؤں کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کرے، تو یہ بہت بڑا جرم ہے، اسی کو قرآن حکیم کی اصطلاح میں ''اثم'' اور گناہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی روح کی غذا کو پورا کرنے کے لئے کوشش کی جائے اور جسمانی غذا کو پورا نہ کیا جائے تو یہ رہبانیت پر مبنی دوسرے درجہ کی انتہاء ہے، قرآن حکیم نے فرمایا کہ: ''رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم'' (رہبانیت کو ان لوگوں نے خود اختیار کیا، ہم نے ان پر لازم نہیں کیا تھا) حضورؐ نے فرمایا کہ: ''لا رھبانیۃ فی الاسلام'' (اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے) یہ بات سمجھنے کی ہے کہ انسان کے ان دونوں تقاضوں کی تکمیل دین اسلام کی جامع تعلیمات سے ہوتی ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ جو دین انسان کے ان دونوں تقاضوں کی تکمیل کا نظام بیان کرتا ہے، اس دین کو ماننے والی مسلمان جماعت اگر انتہا پسندی کا شکار ہو جائے اور ایک گروہ صرف روحانی تقاضے تو پورا کرے لیکن جسمانی تقاضوں کے لئے کوئی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام قائم نہ کرے تو وہ دین کا نمائندہ نہیں کہلا سکتا، اس کا دین اسلام کی حقیقی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح وہ طبقہ جو کہ جسمانی تقاضوں کی تکمیل کے لئے سیاسی نظام اور معاشی نظام تو قائم کرتا ہے، اگرچہ وہ ظلم واستحصال پر مبنی ہی کیوں نہ ہو، لیکن روحانی تقاضوں کی تکمیل سے روگردانی کرتا ہے، اور کوئی اخلاقی تقاضہ اس کے پیشِ نظر نہیں ہوتا، وہ کیسا مسلمان ہے۔ آج ہمارے معاشروں کی حالت یہ ہے کہ دنیا بھر کے ڈیڑھ ارب مسلمان تقریباً ساٹھ مسلمان ممالک میں رہتے ہیں، لیکن مسلمانوں کی اکثریت ان دو انتہاؤں میں سے ایک کو اختیار کئے ہوئے ہیں، ان ممالک میں حکمران طبقات نے اپنے گروہی اور ذاتی مفادات کو حاصل کرنے کے لئے ظالمانہ سیاسی نظام اور استحصال پر مبنی معاشی نظام قائم کر رکھا ہے اور جو روح کے تقاضے ہیں، اور ان کے حوالہ سے جو عادلانہ سیاسی اور معاشی نظام وجود میں آنا چاہیے، اس سے مسلمان معاشرے عاری ہیں اور اس حوالہ سے کہتے ہیں کہ نظاموں کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ سودی معاشی نظام ہمارے کاروبار کا حصہ ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ دنیا کے ساٹھ مسلمان ملکوں میں سرمایہ دارانہ نظام قائم ہے، جس میں صرف سرمایہ کی بنیاد پر انسانی رشتے، تعلقات اور سماجی معاہدات قائم ہوتے ہیں، سرمایہ پرستی ہی کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان معاملات طے پاتے ہیں۔ ان کا لین دین، خرید وفروخت، سیاسی اور معاشی تعلقات، کسی دینی تقاضے کی اساس پر نہیں ہیں، بلکہ ان کی اساس سرمایہ پرستی ہے۔ سرمایہ کا بھوت پوری سوسائٹی پر مسلط ہے اور جو دینی تقاضے ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ المیہ یہ ہے کہ مذہبی رہنما اور دانشور بھی اس مرض میں مبتلا ہیں، کہ ان کے ہاں بھی سرمایہ ہی تمام کاموں کی اساس ہے، جو سرمایہ دار زیادہ چندہ دے اور زیادہ خدمت کرے تو اس کی عزت ہے، خواہ اس کے اخلاق کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں۔ اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو دین سے وابستہ ہیں، ان کا ذہن روحانی تقاضوں کو پورا کرنے کے حوالہ سے اگر سوچتا بھی ہے، تو وہ بھی صرف اپنے انفرادی معمولات کو پورا کرنے کی حد تک ہے، اور اگر روحانی علاج کے لئے کسی شیخ سے تعلق قائم کرتے ہیں، تو اس کا مقصد بھی صرف چند اصلاحی اعمال اختیار کرنا ہوتا ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روح کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ سیاست، معیشت اور نظام سے علیحدہ رہیں، اور اس کا نام روحانی ترقی رکھ دیا گیا، جو بڑی غلط سوچ ہے۔ نبی اکرمؐ کی تعلیمات جہاں روحانی ترقی کے لئے ہیں، وہاں سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کی تشکیل کے لئے ظالموں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھی ہیں، حضورؐ نبوت سے قبل تو غارِ حراء میں تشریف لے کر جاتے ہیں، لیکن نبوت ملنے کے بعد تو غار سے نکل کر میدان میں آجاتے ہیں، وحی الٰہی نے حضورؐ میں جذبہ بیدار کر دیا۔ اگر روح کی تکمیل اس کا نام ہے کہ کسی غار وغیرہ میں بیٹھ جائے تو پھر وحی کا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے تھا کہ حضورؐ نبوت کے بعد تئیس سال بھی غار میں گزارتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ظالموں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ آپؐ طائف میں تشریف لے کر گئے، آپؐ نے تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ کو بدر کے میدان میں اس وقت کے فرعون ابوجہل کی جماعت کے مقابلہ میں کھڑا کیا، ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ سوچنا ہے کہ حضورؐ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔ روح کی تکمیل چند رسمی اور اصلاحی اعمال سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ جب تک ایسی حیوانی طاقتوں کو ختم نہ کیا جاتا، جنہوں نے ابوجہل، عتبہ اور شیبہ کی شکل میں دنیا میں ظلم کا نظام قائم رکھا تھا، اس وقت تک روحانی ترقی ممکن نہیں تھی، کیوں کہ ان حیوانی طاقتوں نے غالب آکر انسانوں کو حیوان بنا دیا، ان کے سیاسی اور معاشی حقوق توڑ دیئے۔ اس قسم کے لوگ درحقیقت انسانیت کے لئے کینسر ہیں، جب تک ان کے وجود سے معاشرے کو پاک نہیں کیا جاتا، اس وقت تک انسانی معاشرہ صحت مند نہیں ہو سکتا، ترقی نہیں کر سکتا اور عدل وانصاف غالب نہیں ہو سکتا۔ آپ دیکھیں کہ انبیاء کا اُسوۂ حسنہ یہی ہے، لیکن آج کے دور میں ہمارا مذہب کا نمائندہ کسی نہ کسی انداز میں حیوانیت پر مبنی نظام ظلم کا ساتھ دیتا ہے اور روحانیت کے نام پر بیچ بچاؤ کا راستہ اختیار کرتا ہے، ہم دین کی جامعیت اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں، نیز انسانی تقاضوں کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ مذہب کے

www.rahimia.org

نام پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کا خطرناک رویہ موجود ہے، جو کہ انسانی معاشرے کے لئے تباہ کن ہے۔ آج سیاسی اور معاشی مفادات کو پورا کرنے کے لئے انسانیت کے قتل عام کو جائز کہا جاتا ہے، چنانچہ گزشتہ دونوں عظیم جنگیں، کیا سرمایہ کو پھیلانے کے لئے نہیں لڑی گئیں تھیں، یہ جنگیں درحقیقت یورپ کے سرمایہ دار بھیڑیوں کے درمیان تھیں، جن کا مقصد سرمایہ دارانہ مفادات کا حصول تھا۔ اس کے بعد جو جنگیں لڑی گئیں ان کا مقصد بھی براعظم ایشیاء کو میدانِ جنگ بنا کر اس کے وسائل پر قبضہ کرنا تھا، وہ عراق کی جنگ ہو یا افغانستان کی جنگ ہو، ان تمام کا مقصد وہی تھا کہ معاشی وسائل پر قبضہ کیا جائے، آپ دیکھیں کہ ایشیاء کا کونسا خطہ ایسا بچا ہے، جس کو جنگ میں جھونک کر تباہ نہیں کر دیا گیا۔ چالیس سال سے افغانستان کو میدانِ جنگ بنایا ہوا ہے، صرف اس لئے کہ تیل اور گیس کے ذخائر پر قبضہ کیا جائے اور اس میں لاکھوں لوگوں کو مذہب کے نام پر قتل کر دیا گیا، اور مسلمان اپنی بے عقلی کی وجہ سے اس جنگ میں شریک ہو کر عالمی سرمایہ داری مفادات پر مبنی جنگ کا حصہ بن گیا۔ اب اس جنگ میں یورپین بھیڑیوں کی کامیابی ہے یا اسلام کے نام نہاد علمبرداروں کی؟۔ آج اسی ظلم واستحصال کا نتیجہ ہے کہ انسانیت اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہے، خوف اور معاشی تنگی کی کیفیت سے دوچار ہے، انسانیت کو امن اور معاشی خوشحالی چاہئے، آج المیہ یہ ہے کہ وہ مسلمان جس کے سامنے کتاب مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات روحانیت اور مادیت دونوں حوالوں سے ایک بہترین نظام بیان کرتی ہے، اور جس میں جامعیت موجود ہے، مسلمان آیات قرآنی کی تلاوت کرتا ہے، انہیں خطبوں میں پڑھتا اور سنتا ہے، لیکن بدقسمتی سے اس جامع نظام کو اپنے معاشرے میں قائم کرنے سے قاصر ہے۔ آج دین کا نمائندہ اور دین کی تعلیم حاصل کرنے والا بازار کے ماحول اور نظام میں شکست کھا چکا ہے، وہ سیاست کے میدان میں شکست کھا چکا ہے، کیوں کہ معاشرے میں سیاست سامراج کی ہے، اسی طرح معیشت کے میدان میں بھی شکست کھا چکا ہے، کیوں کہ وہ تو معیشت کو "دنیا" کہہ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، جب مسلمان نے اپنا یہ ذہن بنا لیا کہ سیاست کرنا اور معیشت کے لئے جدوجہد کرنا دنیاداری ہے، تو اس رویئے کے نتیجہ میں دشمن ان دونوں میدانوں میں غالب آ گیا۔ اسی طرح سماجی معاملات اور سماجی تشکیل کے حوالہ سے شکست خوردہ ذہنیت پائی جاتی ہے، کیوں کہ مسلمان جانتا ہی نہیں کہ سماجی تشکیل کن خطوط پر ہوتی ہے۔ گویا کہ سامراجی نظام نے ہماری عقلوں کو مسخ کر دیا، ہمارے شعور کو ختم کر دیا اور ہم اس پر مطمئن ہیں، کتنی افسوس کی بات ہے کہ ہم صرف نعرے لگا کر ہی خوش ہیں کہ اسلام زندہ باد، مسلمان ممالک زندہ باد، حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو قوم اپنے نظریہ کا نظام قائم کرنے میں ناکام ہے اور سیاست اور معیشت میں مردہ ہے، وہ زندہ آباد کیسے ہو سکتی ہے۔ مسلمان کو یہ معلوم نہیں کہ سیاست کیسے قائم ہوتی ہے، سیاست قائم ہوتی ہے اجتماعی طاقت کی بنیاد پر، تو جب مسلمان کی اجتماعی طاقت ہی نہیں ہے تو سیاست کیسے قائم کی جا سکتی ہے۔ حالت یہ ہے کہ پندرہ کروڑ مسلمان ہیں اور ان کو صرف چند مفاد پرست طبقوں نے یرغمال بنایا ہوا ہے، اپنے راستہ پر چلایا ہوا ہے، یہ انسان ہیں یا بھیڑ بکریاں ہیں، جن کو چند لوگوں نے مل کر بے وقوف بنایا ہوا ہے۔ اگر کسی قوم میں اجتماعی طاقت پیدا کرنے کے لئے تنظیم نہ ہو، عقل وشعور نہ ہو، تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتی، حضورؐ نے فرمایا کہ بھیڑ بکریوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جہاں ایک بھیڑ نے چھلانگ لگائی تو باقی سب بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے چھلانگ لگا دیتی ہیں، یہی حالت آج کے دور میں مسلمانوں کی بنی ہوئی ہے، اس کے مقابلہ میں عقل مند اور باشعور انسان دیکھتا ہے کہ اپنی اجتماعی طاقت پیدا کرنے کے لئے کیا کچھ کرنا ضروری ہے، اگر وہ انسان بغیر سوچے سمجھے بھیڑ چال چلنا شروع کر دے تو اس انسان اور جانور میں کیا فرق ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ انسانی معاشروں میں طاقت جماعت سے پیدا ہوتی ہے، آپؐ نے فرمایا: "یدالله علی الجماعة" اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہم نے کبھی اپنے اندر تنظیم اور نظم وضبط پیدا کرنے کی کوشش کی؟، صرف جماعت یا تنظیم کا بورڈ لگا دینا کافی نہیں ہے، بلکہ جماعت نام ہے اس اجتماعی قوت کا جو کہ ایک فکر، ایک نظریے کے ساتھ کام کرتی ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ کی تربیت یافتہ جماعت میں ہوا، کہ آپؐ کی تیار کردہ ساری فوج اور سپاہی اپنے افسر کے ماتحت کام کرتے ہیں، کسی جگہ بھی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کرتے، یہ نہیں ہوا کہ ہر آدمی اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا رہے۔ جنگ بدر میں تین سو تیرہ صحابہ نے کیسے فتح کا کارنامہ سرانجام دیا، ان میں درحقیقت نظم وضبط اور اجتماعی قوت کی طاقت تھی، انہوں نے ابوجہل کی قیادت میں لڑنے والی ایک ہزار کی قوت کا مقابلہ کیا، دنیا کی کوئی طاقت جن مقاصد کے لئے کام کرتی ہے، اس کے لئے اپنے اندر تنظیم بھی پیدا کرتی ہے، تب وہ کامیاب ہوتی ہے۔ اب سامراجی قوتیں اور ملٹی نیشنل کمپنیاں جس تنظیمی طاقت کی وجہ سے معاشروں پر مسلط ہیں، ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کونسی تنظیمی اور اجتماعی طاقت ہے؟۔ امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کسی معاشرے میں حیوانیت پر مبنی نظام قائم ہو جاتا ہے، تو انسانیت کے حق میں نتائج پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اس سسٹم اور نظام کو توڑا جائے (فک کل نظام)۔ امریکہ کا سرمایہ داری نظام جو کہ اس معاشرے پر مسلط ہے، اس کو توڑنے کا کوئی نظریہ ہمارے پاس نہیں ہے، جب تک غلط نظام کو توڑنے کے نظریہ پر جماعت تیار نہیں ہوگی، اور وہ تیاری بھی عقل وشعور کی بنیاد پر ہو، اس وقت تک درست نتائج نکلنا ممکن نہیں۔ ہمارا نظریہ تو غلبہ دین کا ہونا چاہئے، جب کہ ہم نے مغلوبیت کا نظریہ قبول کیا ہوا ہے، ہم نے سامراج کے قائم کئے ہوئے ظالمانہ نظام سے سمجھوتہ کر لیا۔ اور ہم نے اس سرمایہ دار اور جاگیردار سے سمجھوتہ کر لیا جو کہ مزدور اور کسان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ وہ امریکہ جو کہ دنیا بھر کے مزدوروں اور کسانوں کا استحصال کرتا ہے، ان پر ظلم کرتا ہے، آج کے دن یعنی یکم مئی کو مزدوروں کا عالمی دن مناتا ہے۔ حالانکہ آج سے چودہ سو سال پہلے مزدور کے حقوق کا اعلان کرنے والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو"، اس نبی کو ماننے والے آج اس سرمایہ دارانہ نظام کا ساتھ دیتے ہیں اور معیشت کے بارے میں یہ کہہ کر ایک طرف ہو جاتے ہیں کہ یہ تو دنیاداری ہے۔ رسمی طور پر نماز، روزہ کا عمل کر لینا کافی خیال کرتے ہیں۔ اگر دین صرف ان عبادات کا نام ہے، تو پھر حضورؐ نے یہ بات کیسے ارشاد فرمائی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا، جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں اور مزدوری نہ کی ہو"، تو صحابہ کرام نے سوال کیا کہ "یارسول اللہ! کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟"، تو آپؐ نے فرمایا کہ "ہاں! میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں"۔ اور مزدوروں کے حقوق پر کئی احادیث موجود ہیں۔ آج افسوس یہ کہ ہماری اکثریت مزدوروں کی ہے، لیکن حقوق کا پتہ نہیں۔ اور پھر حقوق کو توڑنے والا نظام موجود ہے، اس کے خلاف کوئی آواز نہیں، صرف جلسہ کر لینا یا بیان دے دینا کافی نہیں، سوال یہ کہ وہ سرمایہ داری نظام جس نے مزدوروں کو اس حالت تک پہنچا دیا کہ ان کو بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا، اس نظام کے خلاف منظم جدوجہد کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جا رہی ہے۔ کیا محض یوم مئی کے منانے سے سرمایہ داری نظام کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ تک وہ اولوالعزم جماعت جس نے انسانیت کے روحانی اور مادی دونوں حوالوں سے کامیابی کے لئے جدوجہد اور کوشش کی ہے۔ انسانیت کو امن والی سیاست، عدل وانصاف والی معیشت دینے کے لئے جماعتی انداز میں کردار ادا کیا ہے اور اس جماعت نے لاکھوں لوگوں کی روحوں کو اللہ سے جوڑا۔ یہ ولی اللہی جماعت ہے جو کہ مزدوروں کے حقوق، انسانیت کی ترقی، معیشت کی خوشحالی اور سیاست کا امن قائم کرنے والی ایک باکردار جماعت ہے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس جماعت سے تعلق قائم کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں اور سامراجی نظریہ کے خلاف شعور پیدا کریں، اپنے اندر تنظیم پیدا کریں، اجتماعی تقاضوں کو سمجھیں، اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کریں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ دین کی سچی تعلیمات پر سچے لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

www.rahimia.org

رفتارِ کار.....

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

ادارہ رحیمیہ میں تقریب تکمیل صحیح بخاری شریف کا انعقاد

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ میں صحاح ستہ پر مشتمل احادیث نبویہ کی کتابوں کی تدریس کے لئے ''دورۂ حدیث شریف'' کا اہتمام کیا گیا تھا۔ احادیث نبویہؐ کی اہم کتابوں میں سے ایک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجامع الصحیح" ہے۔ اس کتاب کی آخری حدیث پر درس اور تکمیل بخاری شریف کے حوالہ سے ادارہ ہذا میں 26 جولائی بروز اتوار بوقت دس بجے دن، ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں لاہور کے دوستوں اور دور دراز سے آنے والے احباب نے بھرپور شرکت کی، اس تقریب میں سب سے پہلے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے خطاب فرمایا اور طلباء اور شرکاء کو نصیحت کی۔ اس کے بعد استاذ الحدیث والتفسیر، ناظم تعلیمات ادارہ رحیمیہ جناب حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب نے خطاب فرمایا اور دینی علوم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ان کے بعد ممتاز دانشور اور عالم دین مولانا محمد مختار حسن صاحب نے سیرت نبویؐ کی اہمیت پر مفصل خطاب فرمایا، ان کے بعد ادارہ کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب، جنہوں نے ادارہ میں بخاری شریف پڑھائی تھی، اس کتاب کی آخری حدیث پر درس دیا، اور احادیث نبویہ کی روشنی میں سماجی زندگی کی تنظیم وتشکیل کی اہمیت پر گفتگو فرمائی۔ آخر میں سرپرستِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ اور خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے دعاء فرمائی، اس دعا سے تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔ اس تقریب کے ناظم اجلاس مولانا عبدالعلیم ضیاء صاحب تھے۔ اس کے بعد دور دراز سے آنے والے احباب نے حضرت رائے پوری اور مفتیانِ کرام سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اور اپنے اپنے شہروں اور علاقوں کی جانب رخصت ہوئے۔

فنی تربیتی ورکشاپ کا اہتمام

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ میں مؤرخہ 25,24 جولائی 2009ء کو ایک فنی تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا، جس میں صوبہ پنجاب سے تعلق رکھنے والے ایسے سینئر احباب، ذمہ داران اور مشرفین نے شرکت کی، جو علوم قرآنیہ کے فروغ، اس کی دعوت، تربیت، تنظیمی ذمہ داریوں اور رحیمیہ امور کی انجام دہی میں سرگرم عمل ہیں، اس دوروزہ فنی تربیتی ورکشاپ میں ادارہ کی مجلس مشاورت کے اراکین جناب مولانا مختار حسن صاحب، جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب نے مختلف سیشن میں بریفینگ دی، سوالات کے جوابات دیئے، اور پریزنٹیشن دی۔ اس ورکشاپ سے دوستوں میں سماجی تنظیمی رویوں سے عہدہ برآ ہونے کے بنیادی امور کی حکمت عملی پر صحیح رہنمائی ملی۔ شرکاء نے انتہائی دلچسپی اور توجہ سے اس ورکشاپ میں شرکت کی۔

(بقیہ شدت پسندی اور علمائے دیوبند کا مؤقف) انہوں نے برملا اقرار کیا طالبان کا اور ان کی عظمت کا، کہ ان کا اقتدار قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ وسعت اللہ خان: مولانا فضل الرحمٰن نے؟ مولانا محمد سالم قاسمی: مولانا فضل الرحمٰن بانی تھے، داعی تھے، اس لیے ہمیں یقین تھا کہ مولانا فضل الرحمٰن پر اس مسئلے میں سو فیصد اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سیاسی زیادہ ہیں اور عالم کم ہیں۔ لیکن ان کے والد صاحب مفتی محمود صاحب اچھے عالم تھے۔ دیوبند کچھ اور ہے اور یہ جس کی ترجمانی طالبان یا طالبان کے حمایتی کر رہے ہیں ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور رفتہ رفتہ وہ چیزیں اب کھل کر سامنے آتی جارہی ہیں۔ وسعت اللہ خان: مجھے نہیں معلوم کہ ان جید دیوبندی علماء کی آراء سن کے آپ پر معاملات کچھ واضح ہو سکے یا نہیں۔ لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ مصنوعات اور اداروں کی طرح سوچ اور فکر پر (بھی) کاپی رائٹ قانون کیوں لاگو نہیں ہوسکتا، تاکہ ہر شخص اپنی مرضی سے ایک خاص سوچ کو توڑ مروڑ کے اسے دوسروں پر نافذ کرنے سے باز رہ سکے۔

تکمیل بخاری شریف کی تقریبات میں صدر ادارہ اور ناظم اعلیٰ کی شرکت

مؤرخہ 5 جولائی کو جامعہ نعمان بن ثابت المعروف جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بورے والا میں بعد از نماز ظہر ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں گزشتہ دس روز سے جاری دورۂ تفسیر قرآن حکیم کی تکمیل کے لئے آخری سورتوں پر اختتامی درس ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے دیا۔ اس سال جامعہ میں لڑکیوں کے لئے ''دورۂ حدیث'' کا اہتمام کیا گیا تھا، اس سلسلہ میں بخاری شریف کی تکمیل کرتے ہوئے، اس کی آخری حدیث پر صدر ادارہ جناب مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے درس حدیث دیا، اور آخر میں حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے دعاء فرمائی اس سے یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ مؤرخہ 6 جولائی کو جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد ہارون آباد میں تکمیل حفظ القرآن کے حوالہ سے ایک تقریب ہوئی، جس میں دس بچوں نے قرآن حکیم کا حفظ مکمل کیا تھا، انہیں آخری سبق جناب مفتی امجد علی صاحب مہتمم جامعہ ملیہ ساہی وال نے پڑھایا، اس موقع پر سب سے پہلے مفتی عبدالقدیر صاحب مہتمم جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں نے خطاب فرمایا، ان کے بعد جناب مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے عظمت قرآن پر خطاب فرمایا، اور آخر میں جناب مفتی عبدالخالق آزاد نے تاثیر قرآن کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد گزشتہ ایک سال کے دوران فارغ ہونے والے طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں، اور آخر میں صدر مجلس صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری (مسند نشین خانقاہ حضرت بہاولنگریؒ) کی دعاء سے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اس موقع پر جناب مولانا رانا ارشاد احمد خاں بھی تشریف فرما تھے۔ مؤرخہ 7 جولائی کو جامعہ عائشہ للبنات ڈونگہ بونگہ میں تکمیل بخاری شریف کے سلسلہ میں ایک تقریب ہوئی، جس میں سب سے پہلے مولانا عبدالعلیم ضیاء صاحب نے قرآن وسنت کی اہمیت پر خطاب فرمایا، ان کے بعد بخاری شریف کی آخری حدیث پر جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے درسِ حدیث دیا۔ اور بخاری شریف کی تکمیل فرمائی۔ ان کی دعاء سے مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ اس موقع پر جناب رانا ارشاد احمد صاحب، مولانا عبدالرحیم طاہر صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اسی روز چشتیاں میں بعد نماز عصر حضرت مولانا حسین احمد علوی کے مکان پر ختم مشکوٰۃ شریف کے سلسلہ کی ایک تقریب ہوئی، جس میں آخری حدیث پر جناب مفتی عبدالخالق آزاد نے درسِ حدیث دیا۔ مؤرخہ 7 جولائی کو ہی جامعہ اشاعت العلوم جامع مسجد چشتیاں میں ایک بڑی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں گردونواح کے لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔ اس میں کثیر تعداد میں بچوں نے قرآن حکیم کا حفظ مکمل کیا تھا، آخری سبق جناب مفتی امجد علی صاحب نے پڑھایا۔ اور عظمت قرآن پر صدر ادارہ رحیمیہ جناب مفتی سعید الرحمٰن نے مفصل خطاب فرمایا۔ اور بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے دیا۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ صد طلباء میں اسناد تقسیم کی گئیں، اس موقع پر جناب حضرت مولانا حسین احمد علوی صاحب، صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری جناب مولانا عبدالرحیم طاہر صاحب نے بھی شرکت فرمائی، جبکہ مہتمم جامعہ اشاعت العلوم مفتی عبدالقدیر صاحب نے صدارت کی، آخر میں حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے دعاء فرمائی اور یوں یہ تقریب پایہ تکمیل کو پہنچی۔

دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی تحقیقی مجلہ

سہ ماہی شعور و آگہی لاہور

کا پہلا شمارہ (جولائی تا ستمبر 2009ء) عمدہ کاغذ اور خوبصورت طباعت کے ساتھ منظر عام پر آ گیا ہے، صفحات: 120، قیمت فی شمارہ: 100 روپے، سالانہ زرتعاون: 350 روپے۔ سالانہ ممبر شپ کے لئے ناظم مطبوعات ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور سے رابطہ کریں۔

احکام و مسائل رمضان المبارک

اعتکاف کے مسائل

(۱) رمضان کے آخری دس دنوں میں ایسی مسجد میں جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔

(۲) رمضان کی بیسویں تاریخ کے شام سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف شروع ہوتا ہے۔ اور عیدالفطر کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی حالت میں رہنا ضروری ہے۔

اعتکاف میں جو باتیں جائز ہیں

(۳) پیشاب، پاخانہ اور فرض غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا۔

(۴) اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا ہے جہاں نماز جمعۃ المبارک نہیں ہوتی، تو جمعۃ المبارک کی نماز کے لئے جامع مسجد میں جانا، اور اندازاً اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور چار سنتیں پڑھ سکے۔ اور نماز کے بعد سنت پڑھنے کے لئے ٹھہرنا بھی جائز ہے۔

(۵) اذان کہنے کے لئے مسجد سے باہر اذان کی جگہ پر جانا۔

(۶) نماز جنازہ کے لئے جانا بشرطیکہ اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کر لی تھی کہ "جنازہ کے لئے جاؤں گا" تو جائز ہے، اور اگر نیت نہیں کی تو جائز نہیں۔

جن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے

(۷) بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر یا بھول کر مسجد سے باہر چلے جانا۔

(۸) کسی عذر اور ضرورت کے سبب مسجد سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا۔

(۹) بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے باہر جانا۔

صدقہ فطر کے مسائل

(۱) جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے، اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

(۲) صدقہ فطر ہر عاقل، بالغ اور آزاد شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگر ان کی ملکیت میں الگ مال بقدر نصاب ہے تو ان کے مال میں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔

(۳) احادیث میں درج ذیل اشیاء میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف)	صاعاً من شعیرٍ:	یعنی جو	(تقریباً 3500 گرام)
(ب)	صاعاً من تمرٍ:	یعنی کھجور	(تقریباً 3500 گرام)
(ج)	صاعاً من اقطٍ:	یعنی پنیر	(تقریباً 3500 گرام)
(د)	صاعاً من زبیبٍ:	یعنی کشمش	(تقریباً 3500 گرام)
(ہ)	نصف صاعٍ من بُرٍّ:	یعنی گندم	(تقریباً 1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً 3500 گرام کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص جَو یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے زمانہ کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیاء کی قیمت ادا کر دے۔

(۴) مستحب یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

(۵) زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال بقدر نصاب سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدر نصاب مال کا مالک بن جائے اور عیدالفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۶) عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے، یہ باپ کا فریضہ ہے۔

(۷) صدقہ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر نہیں دیا جائے گا۔

مسائل عیدالفطر

رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز عیدالفطر ادا کرنا واجب ہے، عیدالفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عیدالفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:

(الف) غسل کرنا۔

(ب) مسواک کرنا۔

(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔

(د) خوشبو لگانا۔

(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

(۲) صبح سویرے اُٹھ کر عیدگاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اور نماز عید کے لئے جانے سے پیشتر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

(۳) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔

(۴) عید کی نماز پڑھنے کے لئے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے، عیدگاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

(۵) راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

(۶) نماز عید کے لئے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نماز عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا۔

(۷) عید کے دن نماز عید سے پہلے نماز اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ

(۸) عیدالفطر کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں، جن میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔

(۹) پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ.... الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں، اس کے بعد امام قرأت کرے گا اور رکوع اور سجود کر کے پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ بقیہ نماز دیگر نمازوں کی طرح پڑھی جاتی ہے۔

(۱۱) نماز کے بعد امام سنت کے مطابق خطبہ پڑھے گا، یہ خطبہ سننا واجب ہے۔

www.rahimia.org